فردوسی کا عہد اور اُس کی ادبی خصوصیات

جناب آفتاب اختر صاحب ایم اے

ایران کو قدرت نے اگر ایک طرف جنت نگاہ اور فردوس گوش بنانے کے لئے برف پوش وادیوں گل پوش چمن زاروں اور ترنم ریز آبشاروں سے آراستہ و پیراستہ کیا تھا تو دوسری طرف اس کی قسمت میں سخت قسم کا انتشار، بحران اور محکومی کی زندگی بھی لکھ دی تھی۔ صدیوں سے تعمیر ہونے والی ایرانی تہذیب و تمدن پر اغیار نے چھاپے مارے اور لوٹ مار کے طویل سلسلہ کو جاری رکھ کر اس کے چہرے پر کھیلنے والی مسکراہٹ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھین لینے کی کوششیں کرتے رہے۔

کیانیوں، پارتھینوں اور ساسانیوں کے زمانہ میں یہ سرزمینِ لالہ و گل باہمی کشت و خون اور جنگ وجدال کا نشانہ بنی ہوئی تھی۔ لیکن عربوں کے تابڑ توڑ حملوں سے "ایرانیت" پر ضرب کاری لگی۔ مذہبی جوش میں بھرے ہوئے اُن عربوں نے جن کے دلوں میں اس وقت اپنے نئے مذہب "اسلام" کی تبلیغ کا جذبہ بھرا ہوا تھا، جن کی رگوں میں ہمت و جوانمردی کا خون موجزن تھا جب بغداد سے ایران کا رخ کیا تو اِن لوگوں نے اُن پر ہر طرح حاوی ہو کر اپنا مکمل اقتدار جما لیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے تسلط سے ایرانی زندگی کا ہر شعبہ خواہ وہ ادب ہو خواہ اس کی ثقافت سب کے سب "عربیت" کے زیر اثر آ گئے محکوم قوم کو فاتحوں کے رنگ میں اپنے کو بادلِ ناخواستہ رنگنا پڑا۔

کہا تو یہاں تک جاتا ہے کہ ان عرب حملہ آوروں نے ان کے ادبی ذخائر کو اس طرح تباہ و برباد کیا تھا کہ اگر ان کی دستبرد سے کچھ کتابیں محفوظ نہ رہ جاتیں تو آج ایران کی ماقبل اسلام کی تاریخ کا پتہ چلانا جوئے شیر لانے سے بھی زیادہ مشکل کام ہو جاتا۔ عربوں کا یہ تسلط ایران پر اس وقت تک قائم رہا جب تک خود عربوں کا اقتدار ایران

میں زوال پذیر ہونا شروع ہوگیا۔

ایرانی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جیسے عربوں کا اقتدار کمزور ہو رہا تھا ویسے ویسے ایران میں طوائف الملوکی پھیلتی جا رہی تھی۔ چاروں طرف چھوٹی چھوٹی حکومتیں ظہور پذیر ہو رہی تھیں۔ عرب خلفا کے پروردہ گورنران کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر خود حکمراں بننے کا اعلان کرتے جا رہے تھے۔

خراسان کا گورنر طاہر ذوالیمینین سلطنت طاہریہ کی بنیاد ڈال چکا تھا جس کی حکومت کے آخری تاجدار محمد بن طاہر کو ۲۷۵ھ میں یعقوب بن لیث نے مغلوب کر کے خاندان صفاریہ کی بنیاد ڈال دی تھی۔ ان لوگوں نے تقریباً دس سال حکومت کی ہوگی کہ سامانیوں کا زور بڑھا۔ انھوں نے ۹۰۰ء میں صفاریوں کو شکست دے کر خراسان اور مشرقی ایران پر قبضہ کر لیا۔ اور نصر بن احمد سامانی کے زمانہ میں یہ سامانی حکومت خراسان۔ سیستان۔ گرگان۔ طبرستان۔ رئے اور کرمان تک پھیل چکی تھی۔ یہ سامانی جو طاہریوں کے ماتحت گورنری کے عہدوں پر فائز تھے آہستہ آہستہ مشرقی ایران پر مکمل قبضہ کر لینے میں کامیاب ہو گئے اور تقریباً سو[1] سال تک حکومت کرتے رہے۔

انھیں سامانیوں کے دور ہی سے غزنوی حکومت کی داغ بیل پڑنے کا سراغ ملتا ہے۔ الپتگین جو اس خاندان کی بنیاد ڈالنے والوں میں سے ہے۔ شروع میں سامانی دربار میں ایک غلام کی حیثیت سے داخل ہوا لیکن کچھ تو اپنی کارکردگیوں، عقلمندیوں اور کچھ شاہی عطوفتوں کی وجہ سے خراسان کی گورنری حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ تقریباً ۹۶۰ء میں اس نے خود مختاری کا دعویٰ کر کے غزنین میں اپنی آزاد حکومت کا اعلان کر دیا۔

اس وقت سامانی حکومت کا علاقہ بہت مختصر اور محدود تھا۔ برائے نام حکومت تھی جسے جاگیرداری کہنا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اس زمانہ کو مقامی حکومتوں کے دور سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایک مضبوط وحدانی حکومت کے نہ ہونے کی وجہ سے ایران چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹا ہوا تھا۔

جب آل بویہ کا حکمراں عضد الدولہ جو اصفہان اور رئے میں حکمرانی کر رہا تھا ۹۸۳ء میں مرا تو

---

[1] اسمٰعیل سامانی۔

اس کی حکومت کا شیرازہ بکھر گیا اور محمود غزنوی نے مغربی حصہ پر قبضہ کر لیا حالانکہ ابھی مشرقی حصہ انھیں کے قبضہ میں تھا۔ یہ حصہ سلجوقیوں کے قبضہ میں آنے سے قبل انھیں لوگوں کے ہاتھ میں رہا۔

اس طرح ایران میں غزنویوں کی باقاعدہ حکومت کی بنیاد پڑی اور سبکتگین کا بیٹا محمود غزنوی تخت و تاج کا وارث ہوا۔ محمود تک پہنچتے پہنچتے غزنوی خاندان کی چھٹی پشت ہو چکی تھی۔ محمود کے زمانہ میں حقیقتاً اس خاندان کو عروج نصیب ہوا۔ یہ صرف اسی کی ذاتی محنت لگن اور جانفشانی کا نتیجہ تھا کہ غزنوی حکومت کا چاروں طرف طوطی بولنے لگا۔ محمود نے ۹۹۹ء میں سامانیوں کو بالکل جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ صفاریوں کی حکومت کو اپنی حکومت میں شامل کر کے سکون کی سانس لی۔

یہی نہیں بلکہ ۱۰۲۹ء میں آل بویہ کو بھی مغربی ایران کی طرف ڈھکیل کر اپنی حکومت کا دائرہ اور بڑھا لیا۔ اس طرح غزنہ کی یہ چھوٹی سی حکومت افغانستان خراسان۔ طبرستان۔ سیستان اور ساتھ ہی ساتھ ہندوستان کے ایک حصہ میں پھیل گئی۔ ایران میں کرمان اور فارس ہی صرف ایسا علاقہ تھا جو اس کے قبضہ سے باہر رہا۔

ایسی شاندار حکومت کے فرمانروا محمود غزنوی کی زندگی شروع ہی سے سخت غیر منظم منتشر سفاکانہ اور وحشیانہ تھی۔ تخریب اس کی سرشت میں داخل تھی۔ اس نے اپنی بربریت کی عادت سے مجبور رہ کر نہ جانے کتنے محلوں کو مسمار کیا نہ جانے کتنے شہروں کو کھنڈر کیا۔ نہ جانے کتنے علاقوں کی بہار کو لوٹ کر نذر خزاں کیا۔ ڈی۔ این ولبر اس کی اسی سفاکانہ روش سے متاثر ہو کر طنزاً یہ کہتے ہیں:۔

---

۱ "The foremost ruler of the Buwayhids, whose center were Isfahan and Ray, was Abudad-dawla, who reigned from 949 until 983. After his death the Kingdom tended to break up rapidly, and the western section was taken over by Mahmud of Ghazna although the Easter remain intact, until the arrival of Saljuqi."

۲ Iran Past & Present by D.N. Wilber P.P.I Continued from Pages.

"The owls were said to have wished him long life because he left so many towns deserted and in ruins".[1]

(اُلّو اس کی زندگی کی ہمیشگی کی دعائیں مانگتے تھے۔ کیونکہ اُس نے اُن کے رہنے کے لئے بہت سے ویران و برباد شہر چھوڑے تھے)

فردوسی نے چونکہ اسی زمانہ میں آنکھیں کھولی تھیں۔ جوان ہوا تھا سِن رشد کو پہنچا تھا اور موت کی آغوش میں ابدی نیند بھی سویا تھا۔ اس لئے اس کے زمانہ میں یہی عہد شامل کیا جاسکتا ہے جو سامانیوں کے زوال سے شروع ہو کر غزنویوں کے عروج تک چلتا ہے۔ اُس نے سامانیوں کے زوال۔ ایران میں پھیلی ہوئی طوائف الملوکی اور چھوٹی چھوٹی حکومتوں سے لے کر محمود غزنوی کی مضبوط وحدانی حکومت کو دیکھا تھا۔ ان کی سرپرستیاں حاصل کی تھیں۔ اُن کی دبدبہ والی حکومتوں میں سانسیں لی تھیں۔ اُن کی فرمائشوں پر اشعار کہے تھے۔

فردوسی خوش قسمت تھا کہ اس کا عہد سخت انتشاری اور بحرانی ہونے کے بعد بھی سکون کی زندگی میں تبدیل ہوگیا جس میں ادب و شعر کو ترقی کرنے کا بہت موقع ملا۔

ویسے تو سامانیوں کے زمانہ ہی سے ادب و شعر کی ترقی شروع ہو چکی تھی۔ رودکی کے علاوہ دقیقی اپنی شاعری کی معراج پر پہنچ چکا تھا۔ لیکن فردوسی نے محمود غزنوی کے زمانہ میں شاعری کو فن کی بلند ترین چوٹیوں تک پہنچا دیا۔

فردوسی کو اپنے شروع عہد کی ادبی خصوصیات مثلاً صفائی۔ سلاست اور انسانی جذبات کی صحیح ترجمانی سے مستفید ہونے کا بہت موقع ملا تھا۔ اس نے دقیقی کے جوشِ بیان بے ساختگی اور برجستگی کو بھی اپنانے کی کامیاب کوشش کی تھی۔ اس کے علاوہ اُس نے اپنے آخری عہد کی خصوصیات کو محمود کے زیرِ سایہ بڑی بے فکری سے حاصل کیا تھا۔ لیکن حقیقتہً فردوسی کے فن کو نکھارنے کا سہرا خود اس کے اپنے ہی سر پر بندھتا ہے کیونکہ یہ اس کی اپنی ذاتی محنت و ہمت کا نتیجہ تھا۔

---

[1] اُلّو کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ تنہائی پسند ہونے کی وجہ سے ویران جگہوں ہی پر بسر کرتا ہے اور کھنڈر اسے بہت عزیز ہوتے ہیں۔

Iran past & Present by D.N. Wilber P.P. III Page 41.

محمود غزنوی کو شعر و شاعری سے کوئی خاص لگاؤ اور علم و ادب کی ترویج سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے ایسی حالت میں اس کے دربار میں عنصری۔ فرخی عسجدی جیسے باکمال شعرا کا اجتماع بظاہر کچھ عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسے شخص کے دربار میں جو صحیح معنوں میں صاحب سیف تھا ان لوگوں کا گذر کیسے ہوا؟ لیکن یہ حقیقت ہے کہ محمود جیسے جابر حکمراں کے دل میں جسے ہر طرح کی آسانیاں میسر تھیں جو ایک مضبوط و حدانی حکومت کا سربراہ بھی تھا جس کی تلوار کی آب سے بڑے بڑے بہادروں کے زہرے آب ہوتے تھے۔ شعرا کی سرپرستی کا خیال اس وقت دل میں آیا جب اس نے یہ دیکھا کہ اس سے چھوٹے چھوٹے حکمراں شعرا کی سرپرستی کر رہے ہیں اور شعراء و علماء ان حقیر حکمرانوں کی تعریف میں قصیدے پڑھ رہے ہیں ان حالات میں اس کے دل میں یہ خواہش قدرتی طور پر پیدا ہی ہونا چاہئے تھی کہ وہ سب شعرا اس کے دربار میں جمع ہو کر اس کے یہاں کی رونق بڑھائیں۔

ایسی حالت میں اگر اس کے دل میں شعرا کو جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا تو اس میں حیرت و تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اس کے لئے شعری ذوق کے مالک ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اُسے تو اپنے دل کی اس خلش کو دور کرنا تھا کہ اس کے دربار کے علاوہ دوسرے معمولی درباروں میں یہ شعرا کیوں موجود ہوں۔ پروفیسر براؤن لکھتے ہیں "تیمور[لہ] کو مشرق کے ایک اور ترکی النسل عظیم فاتح محمود غزنوی کی طرح جو اس سے چار سو سال قبل گذرا ہے اس بات کا بڑا شوق تھا کہ مفتوحہ شہروں سے سربر آوردہ علماء و فضلاء کو جمع کر کے اپنے پایۂ تخت لے جاتا۔ اور یوں اپنے دربار کی شان و شوکت اور علم و ادب کی سرپرستی میں اپنی نیک نامی بڑھانے کی کوشش کرتا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محمود اپنے دربار کی شان و شوکت بڑھانے کے لئے ایسا کرتا تھا۔ اس کی یہ عادت تیمور میں پائی جاتی تھی۔ اسی وجہ سے اس نے تمام مشہور شعرا کو غزنی میں طلب کیا عظیم الحق جنیدی لکھتے ہیں۔ "سلطان محمود نے دور دراز ممالک سے فضلاء و علماء کو بڑی سعی اور کوشش سے بلایا۔ بے انتہا قدر کی زر و جواہر خلعت اور بیش بہا انعامات سے مالا مال کیا۔"[۵۲]

لہ تاریخ ادبیات ایران بعہد مغولاں مصنفہ ای۔ جی براؤن۔ مترجم محمد داؤد رہبر ایم اے۔ حصہ تیسرا ۱۹۲۹ء صفحہ ۲۰۰ برا اا

۵۲ مآثر عجم۔ صفحہ ۲۴۷ -

ولبر جہاں اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس نے تمام مشہور شعرا کو طلب کیا تھا وہیں یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ ان میں سے چند کے علاوہ کوئی اور انکار کی جرأت نہ کر سکا۔[1]

شہزادگان مامون اور خوارزم شاہی دربار میں موجود فضلا ابو منصور۔ ابو ریحان۔ البیرونی۔ ابو علی ابن سینا۔ ابو سہیل مسیحی فلسفی۔ ابو الحسن خمار طبیب۔ ابو نصر عراقی مہندس کو بلانے کے لئے محمود نے ان سے درخواست کی تو سوائے بو علی سینا اور مسیحی کے جن کو اس کی طرف سے کچھ وہم لاحق ہو گیا تھا اور اس لئے وہاں جانے سے کترا رہے تھے۔ سب کے سب دربار میں حاضر ہو گئے تھے۔ وہ ان سب کو خوب انعامات دیتا تھا۔ عنصری کو مالا مال کر دیا تھا کہ چار سو زریں کمر غلام اس کے ہمراہ چلتے تھے۔ اس کا سونے چاندی کا سامان چار سو اونٹوں پر بار کیا جاتا تھا۔ فرخی کی عزت و احترام کا یہ عالم تھا کہ اس کی سواری کے ساتھ بھی بیس زریں کمر غلام چلا کرتے تھے۔" ایک بار عنصری کو دو شعروں پر دو توڑے اشرفی انعام دیئے تھے۔"[2]

فردوسی نے بھی اسی عہد میں گذر بسر کی تھی۔ کئی بار انعام و اکرام سے نوازا گیا تھا محمود نے اس کو شاہنامہ کی تصنیف کے صلہ میں فی شعر ایک اشرفی دینے کا وعدہ کیا تھا جو بعض غلط فہمیوں کی بنا پر پورا نہ ہو سکا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب شعرا عام طور سے فکر معاش سے آزاد رہ کر اپنے کو شعر و شاعری کی خدمت کے لئے وقف کر دیا کرتے تھے اور ایک دربار سے دوسرے دربار میں جانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ فارسی شاعری کا احیا رودکی اور دقیقی کے ہاتھوں ہو چکا تھا اور اس میں مزید ترقی کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی تھی لیکن عہد غزنوی (جسے عہد فردوسی بھی کہا جا سکتا ہے) کی شاعری کو بہت زیادہ ترقی کرنے کا موقع ملا۔ اس دور کے شعرا نے شاعری کو بہت زیادہ نکھار دیا تھا۔ اس سلسلے میں مشہور رزمیہ شاعر فردوسی کی خدمات کو کسی طرح سے نظر انداز نہیں

---

[1] "All the renowned men of learning were summoned to Ghazna and few dared to refuse."
Iran Past & Present P. P. II Page 42.

[2] ماثر عجم ۔ عظیم الحق جنیدی ۔ صفحہ ۲۵ ۔

کیا جا سکتا ہے۔

اس عہد میں ہمیں عنصری کے قصائد میں اعلیٰ درجے کے مضامین صحیح جذبات پر زور مدح ۔ ہر چیز بہت بلند مرتبہ کی موجود ملتی ہے اس کے علاوہ تشبیب کا جو زور اس کے یہاں ہے وہ بعد کے شعراء میں بھی کم نظر آتا ہے"۔ [۱]

اس عہد میں اگرچہ شاعری اپنے کمال پر پہنچ چکی تھی۔ لیکن یہ کمال صرف مضمون اور فن ہی تک محدود تھا ۔ اس عرصہ میں شعرائے زبان کی صحت اور درستی کی طرف بہت کم توجہ کی تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں پایۂ تخت غزنین رہا جو ان علاقوں سے کافی دور تھا۔ جہاں کی زبان کو مستند سمجھا جاتا تھا۔ مثلاً شیراز ۔ اصفہان اور نیشاپور۔ غزنین سے کافی دور واقع تھے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ اس عہد کے شعرا بھی مستند علاقوں کے رہنے والے نہیں تھے۔ مثلاً عنصری کا وطن بلخ تھا۔ عسجدی مَرو کا رہنے والا تھا اور خود فردوسی۔ طوس کا رہنے والا تھا

اس عہد میں ایک مضبوط مرکزی حکومت کا قیام ظہور میں آجانے کی وجہ سے تمام چھوٹی چھوٹی خودمختار حکومتوں کی علیحدہ حیثیت ختم ہو چکی تھی اور وہ ایک سلسلے میں منسلک ہو گئی تھیں۔ اس وجہ سے چاروں طرف پھیلے ہوئے شعرا بھی ایک مرکز پر سمٹ آئے تھے جس کی وجہ سے انھیں ایک دوسرے سے مل کر اپنی بات سمجھانے اور ان کی بات سمجھنے کا موقع ملتا تھا ایک جگہ رہنے کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے ہمہ تن مشغول رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ فردوسی کے عہد میں شاعری تپ کر کندن کی طرح نکل رہی تھی۔ اس لئے اس عہد کی ادبی خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

---

[۱] ماثر عجم ۔ عظیم الحق جنیدی صفحہ ۲۷ پیرا ۔ I